مقالات

قرآن اپنے لانے والے کو کس رنگ میں پیش کرتا ہے

[میرا یہ مضمون آج سے ۱۶ سال پہلے اخبار "الجمعیت" کے حبیب نمبر میں شائع ہوا تھا اور جبکہ پرانے فائلوں میں مدفون پڑا ہوا تھا۔ بعض رفقاء نے توجہ دلائی کہ اب پھر اس کی اشاعت کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اب یہ ان صفحات میں درج کیا جاتا ہے] ایڈیٹر

دنیا میں انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے ہمیشہ ایسے پاک نفوس پیدا ہوتے رہے ہیں جنھوں نے اپنی زبان اور اپنے عمل سے اس کو حق و صداقت کا سیدھا راستہ دکھایا ہے لیکن انسان اکثر ان کے اس احسان کا بدلہ ظلم ہی کی شکل میں دیتا رہا ہے۔ ظلم صرف اس معنی میں نہیں کہ ان کے پیغام سے اعراض کیا، ان کی صداقت سے انکار کیا، ان کی دعوت کو رد کر دیا اور ان کو تکلیفیں دے کر راہ حق سے پھیرنے کی کوشش کی، بلکہ اس معنی میں بھی کہ ان کے بعد ان کی تعلیمات کو مسخ کیا، ان کی ہدایتوں کو بدل ڈالا، ان کی کتابوں میں تحریف کی اور خود ان کی شخصیتوں کو اپنی اوہام پرستی کا کھلونا بنا کر الوہیت اور خدائی کا رنگ دے دیا۔ پہلی قسم کا ظلم تو ان نفوس قدسیہ کی زندگی تک یا حد سے حد اس کے چند سال بعد تک ہی محدود رہا، مگر یہ دوسری قسم کا ظلم ان کے بعد صدیوں تک ہوتا رہا اور بہت سختی کے ساتھ آج بھی ہو رہا ہے۔ دنیا میں آج تک جتنے داعیان حق مبعوث ہوئے ہیں سب نے اپنی زندگی ان جھوٹے خداؤں کی خدائی ختم کرنے میں صرف کی جنھیں انسان نے خدائے واحد کو چھوڑ کر اپنا خدا بنا لیا تھا لیکن ہمیشہ یہی ہوتا رہا کہ ان کے بعد ان کے پیروؤں نے جاہلانہ عقیدت کی بنا پر خود انہی کو خدا یا خدائی میں خدا کا شریک بنا لیا۔ اور وہ بھی ان بتوں میں شامل کر لیے گئے جنھیں توڑنے میں انھوں نے اپنی تمام عمر کی محنتیں صرف کر دی تھیں۔

دراصل انسان اپنے آپ سے کچھ ایسا بدگمان ہے کہ اسے خود اپنی انسانیت میں صفات قدسیہ وملکوتیہ کے وجود کا بہت کم یقین آتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو محض کمزوریوں اور پستیوں ہی کا مجموعہ سمجھتا ہے۔ اس کا ذہن اس حقیقت کبری کے علم واذعان سے عموماً خالی رہتا ہے کہ اس کالبد خاکی میں حق جل مجدہ نے وہ قوتیں بھی ودیعت کی ہیں جو اس کو بشر ہونے اور بشری صفات سے متصف رہنے کے باوجود عالم پاک میں ملائکہ مقربین سے بھی بلند درجہ تک پہنچا سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی اس کے ہم جنسوں میں سے کسی نے اپنے آپ کو خدا کے نمائندے کی حیثیت سے اس کے سامنے پیش کیا تو اس نے یہ دیکھ کر کہ یہ تو میری ہی طرح گوشت پوست کا انسان ہے، اسے خدا رسیدہ ماننے سے صاف انکار کر دیا، اور جب بالآخر اس کی ذات میں غیر معمولی محاسن کا جلوہ دیکھ کر سر عقیدت جھکایا تو پھر کہا کہ جو ہستی ایسی فوق العادۃ خوبیوں کی مالک ہو وہ ہرگز بشر نہیں ہو سکتی۔ پھر کسی گروہ نے اس کو خدا بنایا، کسی نے حلول کا عقیدہ ایجاد کر کے یقین کر لیا کہ خدا نے اس کی شکل میں ظہور کیا ہے، کسی نے اس کے اندر خدائی صفات اور خداوندانہ اختیارات کا گمان کیا، اور کسی نے حکم لگا دیا کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ۔

دنیا کے کسی پیشوائے دین کی زندگی کو لے لو۔ تم دیکھو گے کہ اس کی ذات پر سب سے زیادہ ظلم خود اس کے معتقدین ہی نے کیا ہے۔ انھوں نے اس پر اپنے تخیلات واوہام کے اتنے پردے ڈال دیے ہیں کہ اس کی شکل وصورت دیکھنا بالکل محال ہو گیا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ ان کی محرف کتابوں سے یہ معلوم کرنا مشکل ہو گیا ہے کہ اس کی اصلی تعلیم کیا تھی، بلکہ ہم ان سے یہ بھی معلوم نہیں کر سکتے کہ وہ خود اصل میں کیا تھا۔ اس کی پیدائش میں اعجوبگی، اس کی طفولیت میں اعجوبگی، اس کی جوانی اور بڑھاپے میں اعجوبگی، اس کی زندگی کی ہر ہر بات میں اعجوبگی اور اس کی موت تک میں اعجوبگی۔ غرض ابتدا سے لے کر انتہا تک وہ ایک افسانہ ہی افسانہ نظر آتا ہے اور اس کو اس شکل میں پیش کیا جاتا ہے کہ یا تو وہ خود خدا تھا، یا خدا کا بیٹا تھا، یا خدا اس میں حلول کر گیا تھا یا کم از کم وہ خدائی میں کسی حد تک شریک وسہیم تھا۔

مثال کے طور پر گوتم بدھ کو دیکھو۔ بودھ مذہب کے نہایت گہرے مطالعہ سے صرف اتنا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس اولوالعزم انسان نے برہمنیت کے بہت سے نقائص کی اصلاح کی تھی اور خصوصیت کے ساتھ ان بے شمار

ہستیوں کی خدائی کا بطلان کیا تھا جن کو اس عہد کے لوگوں نے اپنا معبود بنا لیا تھا۔ مگر اس کے انتقال کو پوری ایک صدی بھی نہ گذری تھی کہ ویسالی کی کونسل میں اُس کے پیروؤں نے اس کی تمام تعلیمات کو بدل ڈالا، اصل سوتروں کے بجائے نئے سوتر بنا لیے اور اصول و فروع میں اپنے اہوا و افکار کے مطابق جس طرح چاہا تصرف کر ڈالا۔ ایک طرف بودھ کے نام سے اپنے مذہب کے ایسے عقائد مقرر کیے جن میں خدا کا سرے سے کوئی وجود ہی نہ تھا اور دوسری طرف بودھ کو عقل کل، مدار کائنات اور ایک ایسی ہستی قرار دے دیا جو ہر عہد میں دنیا کی اصلاح کے لیے بودھ بن کر آیا کرتی ہے۔ اس کی پیدائش، زندگی اور گذشتہ و آئندہ جنموں کے متعلق ایسے ایسے عجائب فسانے بنا لیے جن کو پڑھ کر پروفیسر ولسن جیسے محققین حیران ہو کر یہ کہہ اٹھتے ہیں کہ تاریخ میں فی الواقع بودھ کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ تین چار صدی کے اندر ان افسانوں نے بودھ میں الوہیت کا رنگ پیدا کر دیا اور کنشک کے زمانہ میں بودھ مت کے اعیان وائمہ کی ایک بہت بڑی کونسل نے (جو کشمیر میں منعقد ہوئی تھی) فیصلہ کر دیا کہ بودھ دراصل خدا کا مادی ظہور تھا یا بالفاظ دیگر خدا اس کے جسم میں حلول کر گیا تھا۔

یہی سلوک رام چندر جی کے ساتھ ہوا۔ رامائن کے مطالعہ سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ راجہ رام چندر جی محض ایک انسان تھے: نیک دلی، انصاف، شجاعت، فیاضی، تواضع، حلم، اور ایثار میں کمال کا مرتبہ تو انھیں ضرور حاصل تھا، مگر الوہیت کا شائبہ تک ان میں نہ تھا۔ لیکن بشریت اور ان اعلیٰ صفات کا اجتماع ایک ایسا معمہ ثابت ہوا کہ اہل ہند کی عقل اس کو حل نہ کر سکی۔ چنانچہ رام چندر جی کی وفات پر ایک زمانہ گذرنے کے بعد یہ عقیدہ تسلیم کر لیا گیا کہ ان کے اندر وشنو نے حلول کیا تھا اور وہ اُن ہستیوں میں سے ایک تھے جن کی شکل میں وشنو جی سنسار کی اصلاح کے لیے باوقاتِ مختلفہ ظہور کرتے رہے ہیں۔

سری کرشن اس معاملہ میں ان دونوں سے زیادہ مظلوم ہیں۔ بھگوت گیتا تحریف و تنسیخ کے کئی عملوں سے نکل کر جس شکل میں ہم تک پہنچی ہے اس کے عمیق مطالعہ سے کم از کم اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کرشن جی ایک موحد تھے اور انھوں نے ہستی باری تعالیٰ کے ہمہ گیر اقتدار مطلق اور شدید القویٰ ہونے کا وعظ کہا تھا۔ لیکن مہابھارت، وشنو پران،

بھاگوت پران وغیرہ کتابیں اور خود گیتا ان کو اس طرح پیش کرتی ہیں کہ ایک طرف وہ وشنو[1] کے جسمانی مظہر، خالق موجودات اور مدبر کائنات نظر آتے ہیں اور دوسری طرف ایسی کمزوریاں ان کی طرف منسوب ہیں کہ انھیں خدا تو خدا، پاکیزہ اخلاق کا انسان بھی تسلیم کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ گیتا میں کرشن جی کے یہ اقوال ہمیں ملتے ہیں:

"اس دنیا کا ماں باپ، مہارا اور بابائیں ہی ہوں۔ جو کچھ پاکیزہ، یا جو کچھ جاننے کے قابل ہے وہ سب اور اونکار[2]، رگوید، سام وید، یجروید بھی میں ہی ہوں۔ سب کا پالنے والا، مالک، گواہ، جائے قیام، جائے پناہ، دوست، باعث پیدائش، باعث خاتمہ، باعث قیام، خزانہ اور پیدائش کا لازوال بیج میں ہی ہوں۔ اے ارجن! میں گرمی دیتا ہوں، میں پانی کو روکتا ہوں، میں برساتا ہوں، میں امرت ہوں، اور موت، ست اور است[3] بھی میں ہی ہوں۔" (۹: ۱۷ - ۱۹)

"تمام دیوتا گن[4] اور مہرشی[5] میری پیدائش کو نہیں جانتے۔ کیونکہ سب دیوتاؤں اور مہرشیوں کی ابتداً بہر حال مجھ ہی سے ہے۔ جو شخص یہ جانتا ہے کہ میں (پرتھوی[6] وغیرہ) سب لوکوں[7] کا بڑا ایشور ہوں اور میرا جنم یعنی آغاز نہیں ہے، وہی انسانوں میں موہ[8] سے آزاد ہو کر سب پاپوں سے چھوٹ جاتا ہے۔" (۱۰: ۲-۳)

"اے گڑاکیش[9]! سب جانداروں میں رہنے والی آتما[10] میں ہوں۔ سب جانداروں کا آغاز، وسط اور انجام بھی میں ہوں۔ بارہ ادیتوں میں وشنو[11] میں ہوں۔ تیجسویوں[12] میں کرنوں کی مالا والا سورج، مرُتوں میں مریچی[13] اور

[1] وشنو، ہندوؤں کے موجودہ عقائد کے مطابق کائنات کی پرورش کرنے والے خدا یا دیوتا کا نام ہے۔ غالباً اصل میں یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا تصور تھا جسے بعد میں ایک مستقل شخصیت قرار دے دیا گیا۔

[2] واحد کارگزار۔ [3] یعنی سچ اور جھوٹ۔ [4] یعنی دیوتا لوگ۔ [5] یعنی اولیاء۔

[6] زمین۔ [7] لوک یعنی عالم۔ [8] یعنی لگاؤ۔ دنیا کی محبت۔ [9] یعنی اے گھنگھریالے بالوں والے۔ مراد ارجن۔

[10] یعنی تمام جانداروں کی روح۔ [11] ہندوؤں کے تمام دیوتاؤں میں سے ۱۲ دیوتا سب سے بڑے ہیں جن کو آدیتیہ کہتے ہیں۔ اور وشنو انہیں سب سے بڑا دیوتا ہے۔ یہ ۱۲ آدتیہ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق ادیتی کے بیٹے تھے۔

[12] تیجسوی۔ یعنی نیر۔ [13] ہندوؤں کی اصطلاح میں مرُت ان ۴۹ دیوتاؤں کا نام ہے جو ہوا کا انتظام کرتے ہیں اور ان کے سردار کا نام مریچی ہے۔

نکھشتروں میں چندرما[1] میں ہوں"۔ (۱۰: ۲۰-۲۱)

"ایسا کوئی متحرک یا ساکن جاندار نہیں جو مجھ سے باہر ہو . . . . . میں صرف اپنے ایک ہی حصہ سے اس تمام جگت میں پھیلا ہوا ہوں"۔ (۱۰: ۳۹-۴۲)

"ہے پانڈو! جو شخص اس بدھی[2] کے ساتھ کرم[3] کرتا ہے کہ یہ سب کرم میرے یعنی پرمیشور کے ہیں، جو میرا بھروسہ رکھ کر اور سب تعلقات چھوڑ کر سب جانداروں کے بارے میں نرویر (عداوت سے مبرا) ہے وہ میرا بھگت مجھ میں مل جاتا ہے"۔ (۱۱: ۵۵)

"میں سب جانداروں کا مالک ہوں اور پیدائش سے بالاتر ہوں۔ اگرچہ میرے آتم سروپ[4] میں کبھی تغیر نہیں ہوتا مگر پھر بھی میں اپنی پرکرتی (خاصیت) میں قائم ہو کر اپنی مایا[5] سے جنم لیا کرتا ہوں۔ اے بھارت[6]! جب دھرم کا تنزل ہوتا ہے اور ادھرم کا زور پھیل جاتا ہے تب میں خود ہی جنم لیا کرتا ہوں ... ں کی حفاظت اور بدوں کا ناش کرنے کے لیے اور یگ یگ[7] میں دھرم قائم کرنے کے لیے میں جنم لیا کرتا ہوں"۔ (۴: ۶-۸)

ان اقوال میں صاف طور پر گیتا کے کرشن نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہے[8]۔ مگر دوسری طرف بھاگوت پران انہی کرشن جی کو اس شکل میں پیش کرتی ہے کہ وہ نہاتے میں گوپیوں کے کپڑے چھپا لیتے ہیں، اُن سے لطف اندوز ہونے کے لیے اتنے ہی جسم پیدا کر لیتے ہیں جتنی گوپیاں تھیں، اور جب شُک رشی سے راجہ پرکشت پوچھتا ہے کہ "خدا تو اوتار کی شکل میں اس لیے ظاہر ہوتا ہے کہ سچا دھرم پھیلائے، پھر یہ کیسا خدا ہے کہ دھرم کے

---

[1] یعنی تاروں میں چاند۔ [2] بدھی یعنی شعور۔ [3] یعنی فعل۔ کام۔ [4] یعنی میری ذات میں کبھی تغیر نہیں ہوتا۔ [5] مایا یعنی قدرت یا تدبیر۔ [6] بھارت یعنی ارجن۔ [7] یگ، یعنی زمانہ۔ [8] اگر گیتا خود اس بات کی مدعی ہوتی کہ وہ خدا کی کتاب ہے اور کرشن اس کے پیش کرنے والے نبی ہیں تو مندرجہ بالا اقوال بشر خدا کے قرار پا سکتے تھے اور کرشن کی طرف خدائی کا دعویٰ منسوب نہ ہوتا، مگر مشکل یہ ہے کہ یہ کتاب خود اپنے آپ کو کرشن کے اپدیش کی حیثیت سے پیش کرتی ہے۔

تمام اصول کے خلاف دوسروں کی عورتوں سے ناجائز تعلقات رکھتا ہے"۔ تورشی کو یہ اعتراض رفع کرنے کے لیے اس حیلہ کے دامن میں پناہ لینی پڑتی ہے کہ "خود دیوتا بھی بعض اوقات نیکی کی راہ سے ہٹ جاتے ہیں مگران کے گناہ ان کی ذات پر اسی طرح اثر نہیں کرتے جس طرح آگ تمام چیزوں کو جلانے کے باوجود مورد الزام نہیں ہوسکتی"۔ کوئی سلیم العقل آدمی یہ باور نہیں کرسکتا کہ کسی بلند پایہ معلم دین کی زندگی ایسی ناپاک ہوسکتی ہے، اور نہ وہ یہی تصور کرسکتا ہے کہ کسی سچے مذہبی پیشوا نے فی الحقیقت اپنے آپ کو انسانوں کے اور کائنات کے رب کی حیثیت سے پیش کیا ہوگا لیکن قرآن اور بائبل کے متقابل مطالعہ سے یہ حقیقت واضح طور پر ہمارے سامنے روشن ہوجاتی ہے کہ قوموں نے اپنے ذہنی انحطاط اور اخلاقی زوال کے دور میں کس طرح دنیا کے پاکیزہ ترین انسانوں کی سیرتوں کو ایک طرف گندی سے گندی شکل میں ڈھالا ہے تاکہ خود اپنی کمزوریوں کے لیے وجہ جواز پیدا کریں، اور دوسری طرف ان کی شخصیتوں کے گرد کیسے کیسے وہمی افسانے جمع کر دیے ہیں۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ یہی سب کچھ کرشن جی کے ساتھ بھی ہوا ہوگا اور ان کی اصل تعلیم اور اصل شخصیت اس سے بالکل مختلف ہوگی جیسی ہندوؤں کی مذہبی کتابیں اسے پیش کرتی ہیں۔

جن بزرگوں کی نبوت معلوم و مسلّم ہے اُن میں سب سے بڑھ کر ظلم سیدنا عیسٰی علیہ السلام پر کیا گیا ہے۔ حضرت عیسٰی ویسے ہی ایک انسان تھے جیسے سب انسان ہوا کرتے ہیں۔ بشریت کی تمام خصوصیتیں ان میں بھی اسی طرح موجود تھیں جس طرح ہر انسان میں ہوتی ہیں۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت، نبوت اور اعجاز کی قوتیں عطا فرما کر ایک بگڑی ہوئی قوم کی اصلاح کے لیے مامور فرمایا تھا۔ لیکن اول تو ان کی قوم نے ان کو جھٹلایا اور پورے تین سال بھی اُن کے وجود مسعود کو برداشت کر سکی یہاں تک کہ عین عالمِ شباب میں انھیں قتل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ پھر جب وہ اُن کے بعد ان کی عظمت کی قائل ہوئی تو اس قدر حد سے تجاوز کر گئی کہ ان کو خدا کا بیٹا بلکہ عین خدا بنا دیا اور یہ عقیدہ ان کی طرف منسوب کیا کہ خدا مسیح کی شکل میں اس لیے نمودار ہوا تھا کہ صلیب پر چڑھ کر انسان کے گناہوں کا کفارہ ادا کرے کیونکہ انسان فطرۃً گناہ گار تھا اور خود اپنے عمل سے اپنے لیے نجات حاصل نہ کرسکتا تھا۔ معاذ اللہ!

ایک نبی صادق اپنے پروردگار پر اتنا بڑا بہتان کس طرح اٹھا سکتا تھا۔ مگر اس کے معتقدوں نے جوشِ عقیدت میں اس پر یہ بہتان اٹھایا اور اس کی تعلیمات میں اپنی اہوا نفس کے مطابق اتنی تحریف کی کہ آج دنیا کی کسی کتاب میں (سوائے قرآن کے) مسیح کی اصلی تعلیم اور خود ان کی حقیقت کا نشان نہیں ملتا۔ بائبل کے عہد جدید میں جو کتابیں اناجیل اربعہ کے نام سے موجود ہیں انھیں اٹھا کر دیکھ جاؤ، سب حلول اور ابنیت وغیرہ کے فاسد تخیلات سے آلودہ ہیں۔ کہیں حضرت مریم کو بشارت ہوتی ہے کہ تیرا بچہ خدا کا بیٹا کہلائے گا (لوقا ۱: ۳۵)۔ کہیں خدا کی روح کبوتر کی مانند یسوع پر اتر کر آتی ہے اور پکار کر کہتی ہے کہ "یہ میرا پیارا بیٹا ہے"۔ (متی ۳: ۱۶)۔ کہیں مسیح خود کہتا ہے کہ "میں خدا کا بیٹا ہوں اور مجھ کو قادر مطلق کے دہنی جانب بیٹھے دیکھو گے" (مرقس ۱۴: ۶۲)۔ کہیں روز جزا میں خدا کے بجائے مسیح کو تخت جلال پر بٹھایا جاتا ہے اور وہ جزا اور سزا کے فرمان نافذ کرتا ہے۔ (متی ۲۵: ۳۱-۴۶)۔ کہیں مسیح کے منہ سے کہلوایا جاتا ہے کہ "باپ مجھ میں ہے اور میں باپ میں ہوں" (یوحنا ۱۰: ۳۸)۔ کہیں اس راست گو انسان کی زبان سے یہ غلط الفاظ نکلوائے جاتے ہیں کہ "میں خدا میں سے نکل کر آیا ہوں" (یوحنا ۸: ۴۲)۔ کہیں اس کو اور خدا کو بالکل ایک کر دیا جاتا ہے اور اس کی طرف یہ قول منسوب کیا جاتا ہے کہ "جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا" اور "باپ مجھ میں رہ کر اپنے کام کرتا ہے" (یوحنا ۱۴: ۹-۱۰)۔ کہیں خدا کی تمام چیزیں مسیح کی طرف منتقل کر دی جاتی ہیں (یوحنا ۳: ۳۵) اور خدا اپنی خدائی کا سارا کاروبار مسیح کے سپرد کر دیتا ہے (یوحنا ۵: ۲۰-۲۲)

ان مختلف قوموں نے اپنے پیشواؤں اور ہادیوں کی شخصیتوں پر یہ جتنے بہتان و افترا کے پردے چڑھا دیے ہیں ان کی اصل وجہ یہ ہے کہ اول تو اکثر بزرگوں نے اپنے پیچھے کوئی ایسی کتاب ہی نہیں چھوڑی جس میں ان کی تعلیمات اور خود ان کی شخصیت کے متعلق تمام ضروری باتوں کو بوضاحت بیان کر دیا گیا ہو۔ اور اگر کسی نے کوئی چیز چھوڑی بھی تو اس کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہ ہوا اس لیے تھوڑا زمانہ گذرنے کے بعد اس میں اتنی تحریف و ترمیم ہو گئی کہ اصل اور جعل میں امتیاز کرنا محال ہو گیا۔ پس کوئی واضح ہدایت موجود نہ ہونے کے باعث نتیجہ یہ ہوا کہ جتنا جتنا زمانہ گذرتا گیا حقیقت پر اوہام غالب آتے گئے اور چند صدیوں میں ساری حقیقت گم ہو گئی، صرف افسانے ہی افسانے باقی رہ گئے۔

دنیا کے تمام ہادیوں میں یہ خصوصیت صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ آپ کی شخصیت ۱۴ صدیوں سے بالکل اپنے حقیقی رنگ میں نمایاں ہے اور قدرت کی طرف سے ایسا انتظام کر دیا گیا ہے کہ قیامت تک نمایاں رہے گی۔ انسان کی اوہام پرستی و اعجوبہ پسندی سے بعید نہ تھا کہ وہ اس برگزیدہ ہستی کو بھی، جو کمال کے سب سے اعلیٰ درجہ پر پہنچ چکی تھی، افسانہ بنا کر الوہیت سے کسی نہ کسی طرح متصف کر ڈالتی اور پیروی کے بجائے محض ایک تحیر و استعجاب اور عبادت و پرستش کا موضوع بنا لیتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو جب سلسلۂ انبیاء کے آخری مرحلہ میں ایک ایسا ہادی و رہنما بھیجنا منظور تھا جس کی ذات انسان کے لیے دائمی نمونۂ عمل اور عالمگیر سرچشمۂ ہدایت ہو، اس لیے اس نے محمد ابن عبداللہ علیہ الف الف تحیۃ وسلام کے ساتھ ایک ایسی واضح ہدایت بھیجی جس میں آپ کی تعلیم، آپ کی رسالت، آپ کی شخصیت، اور ہر اس چیز کو جس کا جاننا آپ کی دعوت کو ٹھیک ٹھیک جاننے کے لیے ضروری ہو، بیان کر دیا اور اس طرح بیان کر دیا کہ کسی شک و شبہ اور تحریف و تلبیس کی گنجائش نہ رہی۔

یوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ و تابعین اور بعد کے محدثین نے آپ کے اقوال و افعال، آپ کے شمائل و خصائل اور آپ کی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے جزئیات تک کو اس طرح محفوظ کیا ہے کہ آج تک دنیا کے کسی انسان کی زندگی کے متعلق اتنی تفصیلات محفوظ نہیں رہیں اور اس بنا پر بلا شائبۂ مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ تاریخ کی تمام شخصیتوں میں صرف ایک رسولِ عربی کی ذاتِ ایسی ہے جس کو ہم ساڑھے تیرہ سو برس گذر جانے پر بھی آج تقریباً اتنے ہی قریب سے دیکھ سکتے ہیں جتنے قریب سے خود آپ کے عہد کے لوگ دیکھ سکتے تھے۔ لیکن اگر کتابوں کا وہ تمام ذخیرہ دنیا سے مٹ جائے جو ائمۂ اسلام نے سالہا سال کی محنتوں سے مہیا کیا ہے، حدیث و سیر کا ایک ورق بھی دنیا میں نہ رہے جس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کچھ حال معلوم ہو سکتا ہو، اور صرف قرآن ہی قرآن باقی رہ جائے، تب بھی ہم اس کتاب سے اُن تمام بنیادی سوالات کا جواب حاصل کر سکتے ہیں جو اس کے لانے والے کے متعلق ایک طالب علم کے ذہن میں پیدا ہو سکتے ہیں۔

آیئے اب ہم دیکھیں کہ قرآن اپنے لانے والے کو کس رنگ میں پیش کرتا ہے۔

۱۔ قرآن مجید نے سب سے پہلے جس مسئلہ کو انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے وہ رسول کی بشریت ہے۔ نزول قرآن سے پہلے صدیوں کے معتقدات نے یہ ایک طے شدہ مسئلہ بنا دیا تھا کہ انسان کبھی اللہ کا رسول اور نائب نہیں بن سکتا، دنیا کی اصلاح کے لیے جب کبھی ضرورت ہوتی ہے خدا خود ہی انسان کی صورت میں ظاہر ہوا کرتا ہے، یا کسی فرشتے یا دیوتا کو بھیج دیتا ہے، اور یہ کہ جتنے بزرگ دنیا میں اصلاح کے لیے آئے ہیں وہ سب کے سب فوق البشر ہستی تھے۔ اس عقیدے نے انسان میں اتنی گہری جڑیں پکڑ لی تھیں کہ جب کبھی اللہ کا کوئی نیک بندہ لوگوں کو اللہ کا کوئی پیغام پہنچانے کے لیے آتا تو سب سے پہلے لوگ حیرت سے پوچھتے تھے کہ یہ کیسا نبی ہے جو ہماری طرح کھاتا پیتا، سوتا اور چلتا پھرتا ہے؟ یہ کیسا پیغمبر ہے کہ ہماری طرح تمام عوارض اس کو بھی لاحق ہوتے ہیں؟ بیمار ہوتا ہے، تکلیف و راحت میں مبتلا ہوتا ہے اور رنج و مسرت سے متاثر ہوا کرتا ہے۔ اگر اللہ کو ہماری ہدایت مقصود ہوتی تو وہ ہم جیسا ایک کمزور انسان کیوں بھیجتا؟ کیا خدا خود نہیں آسکتا تھا؟ یہ سوالات ہر نبی کی بعثت پر پیدا ہوتے تھے اور انہی کو حجت بنا کر یہ لوگ انبیاء کا انکار کیا کرتے تھے۔ حضرت نوح جب اپنی قوم کی طرف پیغام لے کر آئے تو کہا گیا

مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ (مومنون - ۲)

یہ شخص اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ تم ہی جیسا ایک انسان ہے جو تم پر فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ورنہ اگر خدا چاہتا تو فرشتوں کو اتارتا، یہ انوکھی بات تو ہم نے اپنے بزرگوں سے کبھی نہیں سنی۔

جب حضرت ہود اپنی قوم کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے تو ان پر بھی سب سے پہلے یہی اعتراض ہوا

مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (مومنون - ۳)

یہ شخص اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک بشر ہے تم ہی جیسا، وہی کچھ کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی کچھ پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔ اگر تم نے اپنے جیسے ایک بشر کی اطاعت کی تو بڑے ٹوٹے میں رہو گے۔

جب حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام فرعون کے پاس صداقت کا پیغام لے کر پہنچے تو ان کی بات ماننے سے بھی اسی بنا پر انکار کیا گیا:

أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا (مومنون-۳)	کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں؟

چنانچہ ٹھیک یہی سوال اس وقت بھی اٹھا جب مکہ کے ایک امی انسان نے ۴۰ برس تک خاموش زندگی بسر کرنے کے بعد دفعتاً اعلان کیا کہ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔ لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ ایک شخص جو ہماری طرح ہاتھ پاؤں، آنکھ ناک اور جسم و جان رکھتا ہے، کیونکر اللہ کا رسول ہو سکتا ہے۔ وہ حیران ہو کر پوچھتے تھے کہ

مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ ۙ لَوْلَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيرًا ۝ أَوْ يُلْقَىٰ إِلَيْهِ كَنزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا (الفرقان-۱)	یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟ کیوں نہ اس پر کوئی فرشتہ اترا کہ اس کے ساتھ رہ کر لوگوں کو ڈراتا؟ یا کم از کم اس کے لیے کوئی خزانہ ہی اتارا جاتا، یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس کے پھل یہ کھاتا۔

پس اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اسی عقیدے کی بیخ کنی کی اور دلائل کے ساتھ بتایا کہ انسان کی ہدایت کے لیے انسان ہی زیادہ موزوں ہو سکتا ہے، کیونکہ بعثت کا مقصود صرف تعلیم ہی دینا نہیں ہے بلکہ خود عمل کر کے دکھانا اور تقلید و پیروی کے لیے ایک نمونہ پیش کرنا بھی ہے اور اس مقصد کے لیے اگر فرشتہ یا اور کوئی فوق البشری ہستی بھیجی جائے جس میں بشری خصائص اور کمزوریاں موجود نہ ہوں تو انسان کہہ سکتا ہے کہ ہم اس کی طرح کیونکر عمل کر سکتے ہیں جب کہ وہ ہماری طرح نفس اور نفسانی خواہشات ہی نہیں رکھتا اور اس کی فطرت میں وہ قوتیں ہی نہیں ہیں جو انسان کو گناہ کی طرف راغب کرتی ہیں۔

لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ	اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے آباد ہوتے تو البتہ آسمان سے ہم بھی فرشتے ہی اتارتے۔

السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُولًا (بنی اسرائیل - ۱۱)

پھر صاف طور پر تصریح کی کہ اس سے پہلے جتنے انبیار اور ہادیانِ حق مختلف قوموں میں بھیجے گئے ہیں وہ سب ایسے ہی انسان تھے جیسے محمد رسول اللہ ہیں اور اسی طرح کھاتے پیتے اور چلتے پھرتے تھے جس طرح ہر انسان کھاتا پیتا اور چلتا پھرتا ہے۔

مَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ۔ (انبیار - ۱)

ہم نے تم سے پہلے جن لوگوں کو بھیجا تھا وہ بھی آدمی ہی تھے جن پر ہم وحی نازل کرتے تھے۔ اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ علم سے پوچھ لو۔ اور ہم نے ان انبیار کو ایسے جسم نہیں دیے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ غیر فانی تھے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ (الفرقان - ۲)

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً (الرعد - ۶)

ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے تھے اور ان کے لیے ہم نے بیویاں بھی پیدا کی تھیں اور ان کو اولاد بھی دی تھی

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ تم اپنے بشر ہونے کا صاف اعلان کرو تاکہ آپ کے بعد لوگ آپ کو بھی اسی طرح الوہیت سے متصف نہ کرنے لگیں جس طرح آپ سے پہلے دوسرے انبیار کو کر چکے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں متعدد جگہ یہ آیت آئی ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ۔

اے محمد! کہہ دو کہ میں تو محض تمہی جیسا ایک انسان ہوں، مجھ پر وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے۔

ان تصریحات نے صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے متعلق تمام فاسد عقائد کا دروازہ بند نہیں کیا بلکہ تمام انبیاء سابقین و بزرگانِ دین کی ذات سے بھی اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا۔

۲۔ دوسری چیز جس کو نہایت وضاحت کے ساتھ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے نبی کی قوت و قدرت کا مسئلہ ہے۔ جہل و نادانی نے جب خدا رسیدگی کو خدائی کا ہم معنی بنا دیا تو طبعاً اس کے ساتھ یہ عقیدہ بھی پیدا ہو گیا کہ خدا رسیدہ لوگوں میں غیر معمولی طاقتیں ہوتی ہیں، خدا کے کارخانہ میں ان کو کچھ خاص اختیارات حاصل ہوتے ہیں، جزا و سزا میں ان کو دخل ہوتا ہے، غیب و شہادت سب کچھ ان پر روشن ہوتا ہے، قسمتوں کے فیصلے ان کی مرضی و رائے سے الٹتے بدلتے ہیں، نفع و ضرر پر ان کا اقتدار ہوتا ہے، خیر و شر کے وہ مالک ہوتے ہیں، کائنات کی تمام قوتیں ان کے تابع ہوتی ہیں اور وہ یک نظر لوگوں کے دلوں کو بدل کر ان کی ظلمت و ضلالت کو دور کر سکتے ہیں۔ ایسے ہی خیالات تھے جن کی بنا پر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عجیب عجیب مطالبے کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے

وَقَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۔ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل ۔ ۱۰)

انھوں نے کہا ہم تو تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک تم ہمارے لیے زمین میں سے ایک چشمہ نہ نکالو، یا تمھارے لیے خرما و انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور اس میں تم نہریں رواں کر دو، یا جیسا کہ تم کہا کرتے ہو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دو، یا اللہ اور ملائکہ کو ہمارے سامنے لا کھڑا کر دو، یا تمھارے لیے سونے کا ایک گھر بن جائے، یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ، اور ہم تمھارے چڑھنے پر بھی اس وقت تک یقین نہ کریں گے جب تک کہ تم ہمارے اوپر ایسی ایک تحریر نازل نہ کرو جسے ہم پڑھیں۔ اے محمد! ان سے کہو، پاک ہے میرا رب، میں ایک انسان کے سوا اور کیا ہوں۔

خدا رسیدگی اور بزرگی کے متعلق یہ جتنے غلط تصورات لوگوں میں پائے جاتے تھے ، اللہ تعالیٰ نے ان سب کی تردید فرمائی اور صاف بتا دیا کہ رسول کا خدائی طاقتوں اور خدائی کاموں میں ذرہ برابر کوئی حصہ نہیں ہے۔

فرمایا نبی ہمارے اذن کے بغیر دوسروں کو ضرر سے بچانا تو درکنار خود اپنے آپ سے بھی ضرر کو دفع کرنے کی قدرت نہیں رکھتا :

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (انعام - ۲)

اے نبی : اگر خدا تمہیں کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس نقصان کو دور کرنے والا نہیں ہے ، اور اگر وہ تمہیں کوئی فائدہ پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے ۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۔ (یونس - ۵)

اے محمد ! کہو ، میں اپنی ذات کیلئے بھی نفع یا نقصان کی قدرت نہیں رکھتا سوائے اُس کے جو خدا چاہے ۔

فرمایا نبی کے پاس اللہ کے خزانوں کی کنجیاں نہیں ہیں ، نہ وہ علم غیب رکھتا ہے اور نہ اس کو فوق العادۃ قوتیں حاصل ہیں

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ (انعام - ۵)

اے محمد ! کہو ، میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں ، نہ میں غیب کا حال جانتا ہوں ، اور میں تم کو یہ بھی نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں ۔ میں تو صرف اُس چیز کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے ۔

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۔ (اعراف - ۲۴)

اور اگر میں غیب جاننے والا ہوتا تو اپنے لیے بہت کچھ دولت اکٹھی کر لیتا اور مجھ کو کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا ۔ میں تو محض ایک متنبہ کرنے والا اور ایمان والوں کو خوشخبری دینے والا ہوں ۔

فرمایا نبی کو حساب کتاب اور جزا و سزا میں بھی کچھ دخل نہیں، اس کا کام صرف پیغام پہنچانا اور سیدھی راہ دکھا دینا ہے۔

مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (انعام - ۶)

تم پر نہ ان کے حساب میں سے کسی چیز کی ذمہ داری ہے اور نہ ان پر تمہارے حساب میں سے کسی چیز کی۔

فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (الرعد - ۶)

تمہارا کام پیغام پہنچانا ہے اور حساب کرنا ہمارا کام ہے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ (۹ : ۷)

ہم نے لوگوں (کی ہدایت) کے لیے تم پر کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے۔ پھر جو کوئی ہدایت قبول کرتا ہے تو اپنے لیے کرتا ہے اور جو گمراہی میں پڑتا ہے تو اپنے ہی اوپر گمراہی کا وبال اٹھاتا ہے۔ تم ان پر کوئی حوالہ دار نہیں ہو۔

فرمایا لوگوں کے دلوں کو پھیر دینا اور جن لوگوں میں قبول حق کی آمادگی نہ ہو ان میں اسے پیدا کر دینا نبی کے بس کی بات نہیں ہے، وہ ہادی صرف اس معنی میں ہے کہ نصیحت اور تذکیر کا جو حق ہے اس کو وہ پورا پورا ادا کر دیتا ہے:

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ (النمل - ۶)

تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں تک آواز پہنچا سکتے ہو جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر لوٹ جائیں۔ اور نہ تم اندھوں کو گمراہی سے نکال کر سیدھے راستہ پر ڈال سکتے ہو۔ تم تو صرف انہی لوگوں کو سنا سکتے ہو جو ہماری نشانیوں پر ایمان لاتے ہیں۔ پھر سر اطاعت جھکا دیتے ہیں۔

وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ

تم قبر کے مردوں کو سنانے والے نہیں ہو، تم تو صرف آگاہ

اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (فاطر-۳)	کرنے والے ہو اور ہم نے تم کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

پھر یہ بھی صاف بتا دیا کہ نبی کو جو کچھ قدر و عزت اور علو و رتبت حاصل ہے سب اس بنا پر ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے، اس کے احکام پر ٹھیک ٹھیک چلتا ہے اور جو کچھ کلام اس پر نازل کیا جاتا ہے اسے جوں کا توں اللہ کے بندوں تک پہنچا دیتا ہے۔ ورنہ اگر وہ اطاعت سے منہ موڑے اور اللہ کے کلام میں اپنے دل سے گھڑ گھڑ کر باتیں ملا دے تو اس کا کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ (بقرہ-۱۷)	اور اگر تم نے ان کی خواہشات کی پیروی کی اس علم کے باوجود جو تمہارے پاس آگیا ہے تو یقیناً اس صورت میں تم ظالم ہوگے۔
وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (بقرہ-۱۴)	اور اگر تم نے اس علم کے باوجود جو تمہارے پاس آیا ہے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو تمہیں اللہ کی سزا سے بچانے والا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔
قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (یونس-۲)	اے محمد! ان سے کہو مجھ کو اس کلام میں اپنی طرف سے کچھ رد و بدل کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ میں تو صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے

یہ باتیں اس لیے نہیں کہی گئیں کہ معاذ اللہ رسول اکرم سے کسی نافرمانی یا تحریف و تلبیس کا ادنیٰ سا اندیشہ بھی تھا۔ ان سے تو دنیا کو صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ نبی کو بارگاہ رب العزت میں جو تقرب حاصل ہے اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کی ذات سے اللہ کو کوئی خاص تعلق ہے بلکہ اصل وجہ ان کی اطاعت

و بندگی اور ان کا عمل خیر ہے۔

۳۔ تیسری چیز جس کا بار بار نہایت صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نئے نبی نہیں ہیں بلکہ جماعت انبیاء کے ایک فرد اور اس سلسلۂ نبوت کی ایک کڑی ہیں جو ابتدائے آفرینش سے لے کر آپ کی بعثت تک جاری رہا اور جس میں ہر قوم اور ہر زمانہ کے انبیاء و رسل شامل ہیں۔ قرآن حکیم نبوت و رسالت کو کسی ایک ذات یا ایک ملک یا ایک قوم سے مخصوص نہیں کرتا بلکہ وہ صاف صاف اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم اور ہر ملک اور ہر زمانہ میں ایسے مقدس نفوس پیدا کیے ہیں جنھوں نے انسان کو صراط مستقیم کی طرف دعوت دی ہے اور گمراہی کے برے نتائج سے ڈرایا ہے۔

وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (فاطر۔۳)	کوئی قوم ایسی نہیں جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ گذرا ہو۔
وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ (النحل۔۵)	اور ہم نے ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیجا جس نے پیغام دیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے پرہیز کرو۔

انھی پیغمبروں اور ڈرانے والوں میں سے ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ چنانچہ جگہ جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

هَٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْأُولَىٰ (النجم۔۳)	یہ ایک ڈرانے والا ہے اگلے ڈرانے والوں میں سے۔
إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ (یٰس۔۱)	اے محمد! یقیناً تم پیغمبروں میں سے ہو۔
قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (احقاف۔۱)	اے محمد! کہو، میں کوئی نرالا رسول نہیں ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ برتا جائے گا اور تمھارے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ میں تو اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے اور میں محض ایک ڈرانے والا ہوں صاف صاف۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران - ۱۵)

محمد کچھ نہیں ہے مگر ایک رسول اور اس سے پہلے بھی رسول گذر چکے ہیں۔

یہی نہیں بلکہ یہ بھی کہدیا کہ رسول عربی کی دعوت وہی دعوت ہے جس کی طرف ابتدائے آفرینش سے ہر داعیِ حق بلاتا رہا ہے اور آپ اسی دینِ فطرت کی تلقین کرتے ہیں جس کی تلقین ہمیشہ اللہ کے ہر نبی و رسول نے کی ہے۔

قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا (بقرہ - ۱۶)

کہو، ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس تعلیم پر جو ہماری طرف اتاری گئی ہے اور اس تعلیم پر جو ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور ان کی اولاد پر اتاری گئی تھی اور جو موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھی۔ ہم ان کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے مطیع فرمان ہیں۔ پس اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم لائے ہو تو وہ سیدھے راستے پر ہیں۔

قرآن مجید کی یہ تصریحات اس حقیقت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رکھتیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پچھلے پیغمبروں میں سے کسی کی تکذیب یا کسی کے لائے ہوئے پیغام کی تردید کے لیے نہیں آئے تھے بلکہ اس لیے آئے تھے کہ اسی سچے مذہب کو جو اول دن سے تمام قوموں کے پیغمبر پیش کرتے چلے آئے تھے بعد کے لوگوں کی ملاوٹوں سے پاک اور مکمل کر کے پیش کریں۔

۴ - اس طرح قرآن مجید اپنے لانے والے کی صحیح حیثیت واضح کرنے کے بعد ان کاموں کی تفصیل بیان کرتا ہے جن کے لیے اللہ نے اسے بھیجا تھا۔

یہ کام بحیثیت مجموعی دو شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک شعبہ تعلیمی اور دوسرا شعبہ عملی۔

پہلے شعبہ کے کام حسب ذیل ہیں :-

(۱) تلاوتِ آیات، تزکیہ نفوس، اور تعلیم کتاب و حکمت :

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (آل عمران - ۱۷)

اللہ نے درحقیقت ایمان داروں پر یہ احسان کیا کہ ان کے درمیان خود انھی میں سے ایک ایسا رسول اٹھایا جو انھیں اُس کی آیات سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، ورنہ اس سے پہلے تو وہ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

تلاوت آیات سے مراد اللہ کے فرامین اور ارشادات کو جوں کا توں سنا دینا ہے۔ تزکیہ سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کے اخلاق اور ان کی زندگی کو بری صفات، بری رسموں اور برے طریقوں سے پاک کیا جائے اور ان کے اندر اچھے اوصاف، پاکیزہ اخلاق اور صحیح طریقوں کو نشوونما دیا جائے۔ تعلیم کتاب و حکمت یہ ہے کہ لوگوں کو خدا کی کتاب کا صحیح منشا و مدعا سمجھایا جائے، ان کے اندر ایسی بصیرت پیدا کی جائے کہ وہ کتاب کی اصل روح تک پہنچ سکیں اور انھیں وہ حکمت سکھائی جائے جس سے وہ اپنی زندگی کے تمام مختلف و وسعت پذیر پہلوؤں کو کتاب اللہ کے مطابق ڈھالتے چلے جائیں۔

(۲) تکمیلِ دین:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ - ۱)

آج میں نے تمھارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمھارے لیے اسلام کے طریقے کو پسند کیا

دوسرے الفاظ میں قرآن کے بھیجنے والے نے اس کے لانے والے سے صرف اتنی ہی خدمت نہیں لی کہ وہ اس کی آیات کی تلاوت کرے، نفوس کا تزکیہ کرے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دے، بلکہ اس نے اپنے اسی

نیک بندے کے ذریعہ سے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ جو آیات نوعِ انسان تک پہنچنی تھیں وہ سب اُس کے واسطہ سے بھیج دیں۔ جن خرابیوں سے انسانی زندگی کو پاک کرنا مقصود تھا وہ سب اس کے ہاتھوں سے دور کرا کے دکھا دیں۔ جن خوبیوں کا نشو و نما جس شان کے ساتھ افراد اور سوسائٹی میں ہونا چاہیے تھا اس کا بہترین نمونہ اس کی رہنمائی میں پیش کرا دیا، اور کتاب و حکمت کی ایسی تعلیم اس کے ذریعہ سے دلوا دی کہ آنے والے تمام زمانوں میں مقصودِ کتاب کے مطابق انسانی زندگی کی تشکیل و تعمیر کی جا سکتی ہے۔

(۳) اُن اختلافات کی حقیقت واضح کرنا جو اصل دینِ حق میں پچھلے انبیاء کی امتوں کے درمیان پیدا ہو گئے تھے، اور تمام پردوں کو ہٹا کر تمام آمیزشوں کو چھانٹ کر، تمام الجھنوں کو صاف کر کے اس راہِ وسط کو پوری روشنی میں نمایاں کر دینا جس کی پیروی ہمیشہ سے خدا کی رضا کو پہنچنے کی ایک ہی راہ رہی ہے:

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (النحل - ۸)

بخدا کہ ہم نے (اے محمدؐ!) تم سے پہلے مختلف امتوں کی طرف ہدایت بھیجی، مگر اس کے بعد شیطان نے ان کے غلط اعمال کو ان کے لیے خوش نما بنا دیا، چنانچہ آج وہی ان کا سرپرست بنا ہوا ہے اور وہ دردناک عذاب کے مستحق ہو گئے ہیں، اور ہم نے تم پر یہ کتاب صرف اس لیے نازل کی ہے کہ اس حقیقت کو اُن کے سامنے واضح کر دو جس میں وہ مختلف ہو گئے ہیں، اور اس لیے کہ یہ کتاب ہدایت اور رحمت ہو ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائیں۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۥ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ يَّهْدِيْ بِهِ

اے اہلِ کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آگیا ہے جو تمہارے سامنے بہت سی اُن چیزوں کو کھول کر بیان کرتا ہے جنھیں تم کتاب میں سے چھپاتے ہو، اور بہت سی باتوں کو معاف کر دیتا ہے۔ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک

اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (المائدہ ـ ۳)	روشنی اور ایک واضح کرنے والی کتاب آگئی ہے جس کے ذریعہ سے اللہ ان لوگوں کو جو اس کی پسند کے مطابق چلتے ہیں امن وسلامتی کی راہیں دکھاتا ہے اور انھیں تاریکیوں سے روشنی میں نکال لاتا ہے، اور سیدھی راہ کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔

(۴) نافرمانوں کو ڈرانا، فرماں برداروں کو رحمتِ الٰہی کی خوشخبری دینا اور اللہ کے دین کی اشاعت کرنا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (احزاب ـ ۶)	اے نبی! ہم نے تم کو گواہ اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور ایک روشن کرنے والا آفتاب بنا کر بھیجا ہے۔

دوسرا شعبہ عملی زندگی اور اس کے معاملات سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے کام یہ ہیں:

نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، حرام وحلال کی حدود قائم کرنا اور انسان کو خدا کے سوا دوسروں کی عائد کردہ پابندیوں سے آزاد اور ان کے لادے ہوئے بوجھوں سے ہلکا کرنا:

يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اعراف ـ ۱۹)	وہ ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے، بدی سے روکتا ہے، ان کے لیے پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے، اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے اور ان بندشوں کو کاٹتا ہے جن میں وہ دبے اور جکڑے ہوئے تھے۔ پس جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے وہی فلاح پانے والے ہیں۔

بندگانِ خدا میں حق اور عدل کے ساتھ فیصلہ کرنا۔

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُن لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا (النساء ـ ۱۶)

اے محمدؐ! ہم نے تم پر حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے تاکہ تم اللہ کے بتائے ہوئے قوانین کے مطابق لوگوں کے فیصلے کرو اور خیانت کرنے والوں کے وکیل نہ بنو۔

مہ کے دین کو اس طرح قائم کر دینا کہ انسانی زندگی کا پورا نظام اسی کا تابع ہو اور دوسرے سب طریقے اس کے مقابلے میں دب کر رہ جائیں:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (الفتح ـ ۴)

وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے پوری جنس دین پر غالب کر دے۔

اس طرح نبی کے کام کا یہ شعبہ سیاست، عدالت، اصلاح اخلاق و تمدن، اور قیام تہذیب صالح کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہو جاتا ہے۔

۵۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کام کسی ایک قوم یا ملک یا دور کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام نوع انسانی کے لیے اور تمام زمانوں کے لیے عام ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (السبا ـ ۴)

اے محمدؐ! ہم نے تم کو تمام انسانوں کے لیے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ

اے محمدؐ! کہو کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہوں، اُس خدا کا جو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا مالک ہے، جس کے سوا کوئی خدا نہیں، جو مارنے اور جلانے والا ہے، پس ایمان لاؤ خدا پر اور اس کے رسول نبی اُمّی پر جو خدا

الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (الاعراف — ۲۰)

اور اس کے فرامین پر ایمان رکھتا ہے، اور اس کی پیروی کرو، امید ہے کہ تم راہ راست پاؤ گے۔

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (الانعام — ۲)

(اے محمد! کہو) اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعہ سے تم کو متنبہ کروں اور جس جس کو یہ پہنچے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ (التکویر)

یہ (قرآن) تو ایک نصیحت ہے تمام دنیا والوں کے لیے، ہر اس شخص کے لیے جو تم میں سے راست رو بننا چاہے۔

۶۔ عمومیتِ دعوت کے ساتھ نبی اکرم کے پیغام کی ایک یہ خصوصیت بھی قرآن حکیم ہم کو بتاتا ہے کہ وہ دائمی پیغام تھا جس کے بعد عالم انسانی کو خدا کی طرف سے کسی دوسرے پیغام کی ضرورت نہ رہی اور قدرتی طور پر دنیا آپ کے بعد پیغمبروں کی بعثت سے بھی مستغنی ہوگئی اس لیے آپ دنیا میں اللہ کے آخری نبی ہیں:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (احزاب ۵)

محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر اللہ کے رسول اور سلسلۂ نبوت کے ختم کرنے والے ہیں۔

اس ختم نبوت کے مضمون کو خود نبی صلی اللہ وسلم نے بہترین اسلوب کے ساتھ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میری مثال نبیوں میں ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک نہایت خوبصورت مکان بنایا اور تمام عمارت بنا کر صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی اب جو لوگوں نے اس کے گرد چکر لگایا تو وہ خالی جگہ انھیں کھٹکنے لگی اور وہ کہنے لگے کہ اگر یہ آخری اینٹ بھی رکھ دی جاتی تو مکان مکمل ہو جاتا۔ سو وہ آخری اینٹ جس کی جگہ نبوت کے محل میں باقی رہ گئی تھی میں ہی ہوں اور اب میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ اس مثال سے ختم نبوت کی وجہ بھی سمجھ میں آجاتی ہے۔ جب دین کامل ہو چکا، آیاتِ الٰہی پوری وضاحت کے ساتھ بیان ہو چکیں، اوامر و نواہی، اعتقادات، عبادات، تمدن و معاشرت، حکومت و سیاست، غرض انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق پورے پورے احکام بیان کر دیے گئے۔ اور دنیا کے سامنے اللہ کا کلام اور اللہ کے رسول کا اسوۂ حسنہ اس طرح پیش

کردیا گیا کہ ہر قسم کی تلبیس و تحریف سے پاک ہے اور ہر عہد میں اس سے ہدایت حاصل کی جاسکتی ہے تو نبوت کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی، صرف تجدید و تذکیر کی ضرورت رہ گئی ہے جس کے لیے علمائے حق کی جماعت کافی ہے۔

۷۔ آخری سوال جو دریافت طلب رہ جاتا ہے یہ ہے کہ اس کتاب کا لانے والا ذاتی طور پر کس قسم کے اخلاق کا انسان تھا؟ اس سوال کے جواب میں قرآن مجید نے دوسری رائج الوقت کتابوں کی طرح اپنے لانے والے کی تعریف کے پُل نہیں باندھے ہیں، نہ آپ کی تعریف کو ایک مستقل موضوعِ گفتگو بنایا ہے۔ البتہ آمدِ سخن میں محض اشارۃً آنحضرت کی اخلاقی خصوصیات ظاہر کی ہیں جن سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس وجودِ مسعود میں کمالِ انسانیت کے بہترین خصائص موجود تھے:

(۱) وہ بتاتا ہے کہ اس کا لانے والا اخلاق کے نہایت بلند مقام پر تھا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ (ق-۱)

اور اے محمدؐ یقیناً تم اخلاق کے بڑے درجے پر ہو۔

(۲) وہ بتاتا ہے کہ اس کا لانے والا ایک ایسا راسخ العزم، مستقیم الارادہ اور اللہ پر ہر حال میں بھروسہ رکھنے والا انسان تھا کہ جس وقت اس کی ساری قوم اسے مٹا دینے پر آمادہ ہوگئی تھی اور وہ صرف ایک مددگار کے ساتھ ایک غار میں پناہ لینے پر مجبور ہوا تھا، اُس سخت مصیبت کے وقت میں بھی اس نے ہمت نہ ہاری اور اپنے عزم پر قائم رہا:

اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثَانِىَ اثۡنَيۡنِ اِذۡ هُمَا فِى الۡغَارِ اِذۡ يَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (توبہ-۶)

جب کافروں نے اس کو نکال دیا، جب کہ وہ غار میں صرف ایک آدمی کے ساتھ تھا جبکہ وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ رنج نہ کر، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

(۳) وہ بتاتا ہے کہ اس کا لانے والا ایک نہایت فراخ حوصلہ اور فیاض انسان تھا جس نے اپنے بدترین دشمنوں کے لیے بھی بخشش کی دعا کی اور آخر اللہ تعالیٰ کو اسے اپنا یہ قطعی فیصلہ سنا دینا پڑا کہ وہ ان لوگوں کو نہیں بخشے گا:

اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ

چاہے تم ان کے لیے معافی مانگو چاہے نہ مانگو، اگر تم ستر

اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (توبہ ـ ۱۰)	بار بھی ان کے لیے معافی مانگو گے تب بھی اللہ ان کو معاف نہ کرے گا۔

(۴) وہ بتاتا ہے کہ اس کے لانے والے کا مزاج نہایت نرم تھا، وہ کبھی کسی کے ساتھ درشتی سے پیش نہیں آتا تھا اور اسی لیے دنیا اس کی گرویدہ ہوگئی تھی:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران ـ ۱۷)	اللہ کی رحمت ہے کہ تم ان کے ساتھ نرم ہو ورنہ اگر تم زبان کے تیز اور دل کے سخت ہوتے تو یہ سب لوگ تمھارے گردوپیش سے چھٹ کر الگ ہو جاتے۔

(۵) وہ بتاتا ہے کہ اس کا لانے والا بندگانِ خدا کو راہِ راست پر لانے کی سچی تڑپ دل میں رکھتا تھا اور ان کی گمراہی پر اصرار کرنے سے اس کی رُوح کو صدمہ پہنچتا تھا حتیٰ کہ وہ ان کے غم میں گھلا جاتا تھا۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا (الکہف ـ ۱)	اے محمد! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم ان کے پیچھے رنج و غم میں اپنی جان کھو دو گے اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائے۔

(۶) وہ بتاتا ہے کہ اس کے لانے والے کو اپنی امت سے بے حد محبت تھی، وہ ان کی بھلائی کا حریص تھا، ان کے نقصان میں پڑنے سے کُڑھتا تھا، اور ان کے حق میں سراپا شفقت و رحمت تھا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (توبہ ـ ۱۶)	تمھارے پاس خود تم ہی میں سے ایک ایسا رسول آیا ہے جس پر وہ چیز شاق گذرتی ہے جس سے تم مصیبت میں مبتلا ہو، جو تمھاری فلاح کا حریص ہے اور ایمان داروں کے ساتھ نہایت شفیق اور رحیم ہے۔

(۷) وہ بتاتا ہے کہ اس کا لانے والا صرف اپنی قوم ہی کے لیے نہیں بلکہ تمام عالم کے لیے اللہ کی رحمت تھا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (انبیاء۔۷)	اے محمدؐ! ہم نے تو تم کو تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

(۸) وہ بتاتا ہے کہ اس کا لانے والا راتوں کو گھنٹوں اللہ کی عبادت کرتا اور خدا کی یاد میں کھڑا رہتا تھا:

اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ (المزمل۔۲)	اے محمدؐ! تمہارا رب جانتا ہے کہ تم رات کو تقریباً دو تہائی حصہ تک، اور کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی حصہ تک نمازیں کھڑے رہتے ہو۔

(۹) وہ بتاتا ہے کہ اس کا لانے والا ایک سچا انسان تھا، نہ کبھی اپنی زندگی میں راہ حق سے بھٹکا، نہ فاسد خیالات سے متأثر ہوا اور نہ کبھی ایک لفظ خواہش نفس کی پیروی میں حق کے خلاف زبان سے نکالا:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (النجم۔۱)	لوگو! تمہارا صاحب نہ کبھی سیدھی راہ سے بھٹکا اور نہ غلط خیالات سے بہکا اور نہ خواہش نفس سے بولتا ہے۔

(۱۰) وہ بتاتا ہے کہ اس کے لانے والے کی ذات تمام عالم کے لیے ایک قابلِ تقلید نمونہ تھی اور اس کی پوری زندگی کمالِ اخلاق کا صحیح معیار تھی:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب۔۳)	تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں ایک اچھا نمونہ ہے۔

قرآن مجید کا تتبع کرنے سے صاحب قرآن کی بعض اور خصوصیات پر بھی روشنی پڑتی ہے لیکن اس مضمون میں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ جو کوئی قرآن کا مطالعہ کرے گا وہ خود دیکھ لے گا کہ بخلاف دوسری موجود الوقت مذہبی کتابوں کے یہ کتاب اپنے لانے والے کو جس رنگ میں پیش کرتی ہے وہ کس قدر صاف، واضح، اور آلودگی سے پاک ہے۔ اس میں نہ اُلوہیت کا کوئی شائبہ ہے، نہ تعریف و ثنا میں مبالغہ ہے، نہ غیر معمولی قوتیں آپ کی طرف منسوب کی گئی ہیں،

نہ آپ کو خدا کے کاروبار میں شریک و سہیم بنایا گیا ہے، اور نہ آپ کو ایسی کمزوریوں سے متہم کیا گیا ہے جو ایک ہادی اور داعی الی الحق کی شان سے گری ہوئی ہوں۔ اگر اسلامی لٹریچر کی دوسری تمام کتابیں دنیا سے ناپید ہو جائیں اور صرف قرآن مجید ہی باقی رہ جائے تب بھی رسول اکرم کی شخصیت کے متعلق کسی غلط فہمی، کسی شک و شبہ اور کسی لغزش عقیدت کی گنجائش نہیں نکل سکتی۔ ہم اچھی طرح معلوم کر سکتے ہیں کہ اس کتاب کا لانے والا ایک کامل انسان تھا، بہترین اخلاق سے متصف تھا، انبیاء سابقین کی تصدیق کرتا تھا، کسی نئے مذہب کا بانی نہ تھا اور کسی فوق البشر حیثیت کا مدعی نہ تھا۔ اس کی دعوت تمام عالم کے لیے تھی، اس کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے چند مقرر خدمات پر مامور کیا گیا تھا اور جب اس نے ان خدمات کو پوری طرح انجام دے دیا تو نبوت کا سلسلہ اس کی ذات پر ختم ہو گیا۔

اطلاع

ہمارے دفتر میں "ترجمان القرآن" کے کچھ پرانے پرچے موجود ہیں جن صاحب کو ضرورت ہو طلب فرمالیں قیمت آٹھ آنے فی پرچہ۔ فہرست سال وار مندرجہ ذیل ہے:

۱۳۵۲ھ۔ صفر۔ ربیع الاول۔ ربیع الثانی۔ جمادی الاولیٰ۔ جمادی الآخرہ۔ رجب۔ شوال۔ ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ۔

۱۳۵۳ھ۔ از محرم لغایۃ ذوالحجہ (مکمل فائل)

۱۳۵۴ھ۔ جمادی الاولیٰ۔ جمادی الآخرہ۔ رجب۔ شعبان۔ رمضان۔ شوال۔

۱۳۵۵ھ۔ ربیع الاول۔ ربیع الثانی۔ جمادی الاولیٰ۔ رجب۔ شعبان۔ رمضان۔ شوال۔ ذوالقعدہ۔

۱۳۵۶ھ۔ شوال۔

۱۳۵۷ھ۔ محرم۔ صفر۔ ربیع الاول۔ ذوالقعدہ۔

۱۳۵۸ھ۔ صفر۔ جمادی الآخرہ۔ رجب۔ شعبان۔

۱۳۶۰ھ۔ ربیع الثانی۔ جمادی الاولیٰ۔ جمادی الآخرہ۔ رجب۔ شعبان۔ رمضان۔ شوال۔ ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ۔

۱۳۶۱ھ۔ ربیع الثانی۔ رمضان۔ شوال۔ ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ۔

۱۳۶۲ھ۔ (مکمل فائل)

منیجر رسالہ "ترجمان القرآن"